کفار کی نقل کیوں؟

مفتی حبیب الرحمان خیرآبادی

کفار کے معاشرے کی بساط تمام تر نفسانی خواہشوں اور لذتوں، نام ونمود اور فخر ومباہات پر بچھی ہوئی ہے اور قوت و شوکت کے سائے میں یہ معاشرہ پرورش پا رہا ہے، جو طبعی طور پر نفس کو انتہائی محبوب دکھائی دیتا ہے۔اس کے برخلاف اسلامی معاشرے کی بساط سادگی وتواضع، زہد وقناعت، خداترسی، خداپرستی اور نفس کشی پر بچھی ہوئی ہے، جس کو طبعی طور پر نفس پسند نہیں کرتا۔

افسوس کہ مسلمان بھی اب اس رو میں بہے جا رہے ہیں، جو قومیں ان کے اسلاف کی ماتحت اور باج گزار تھیں، ان کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے افکار وخیالات اور ان کی مماثلت اور مشابہت وہم رنگی بھی اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اپنے اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلاف کے خصائل وعادات اور طور طریقے کو ترک کرتے جا رہے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ جن متمدن قوموں نے انبیائے کرام کے مقابلے میں اپنی قوت کا نعرہ لگایا اور تمدن ومعاشرے میں دنیا سے آگے نکل گئیں۔انبیائے کرام کی گدڑی، کمبل، عمامہ، دستار، تہبند اور ازار کا مذاق اڑایا اور ان کے مقدس طور طریقوں کا تمسخر کیا تو انجام کار یہ ہوا کہ وہ سب کے سب تباہ اور برباد ہوگئے، کسی کا نام ونشان نہ رہا، کسی کو اللہ تعالیٰ نے غرق کردیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا اور کسی پر آسمان سے پتھر برسائے اور کسی کو چیخ سے ہلاک کردیا۔فھل تریٰ لھم من باقیۃ۔

کتاب وسنت کے نصوص سے یہ بات بہ خوبی واضح ہے کہ دینی ودنیوی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں شریعت نے کفر اور شرک کی نجاست اور ظلمت کی مشابہت سے حفاظت کا حکم نہ دیا ہو اور پوری قوت کے ساتھ یہ ثابت کردیا ہے کہ صراط مستقیم کا تقاضا یہی ہے کہ اغیار کی مشابہت اور ہم رنگی سے احتراز کیا جائے۔

تفسیر وحدیث، فقہ اور علم عقائد کی کوئی کتاب مسئلہ تشبہ سے خالی نہیں، فقہا اور متکلمین نے تو اس مسئلے کو باب الارتداد میں ذکر کیا ہے، کہ کن چیزوں کا ارتکاب کرنے سے مسلمان مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، آٹھویں صدی

کے مشہور و معروف عالم شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ نے اس مسئلے کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ''اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے غیروں کی مشابہت اور ان کے تہذیب و تمدن اختیار کرنے پر مختلف پہلوؤں سے کتاب و سنت اور عقل و نقل کی روشنی میں کلام فرمایا ہے، اس میں سے ہم بھی خوشہ چینی کرتے ہوئے یہ چند سطریں ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین سے لے کر آسمان تک تمام چیزوں کو، خواہ وہ حیوانات ہوں یا نباتات و جمادات ہوں، ایک ہی مادے سے پیدا فرمایا، مگر اس کے باوجود ہر چیز کی صورت و شکل علیحدہ بنائی تاکہ ان میں باہم امتیاز قائم رہے اور ایک دوسرے سے پہچانا جائے کیوں کہ امتیاز کا ذریعہ صرف یہی ظاہری شکل و صورت اور ظاہری رنگ و روپ ہے، انسان اور حیوان میں، شیر اور گدھے میں، گھاس اور زعفران میں، باورچی خانے اور پاخانے میں، جیل خانے اور شفاخانے میں جو امتیاز ہے وہ اسی ظاہری شکل اور ہیئت کی بنا پر ہے، اگر اس مادی عالم میں ان امتیازات و خصوصیات کی حفاظت نہ کی جائے اور التباس و اختلاط کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر مختلف چیزوں کی نوعیت کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اسی طرح دنیا کی قومیں ایک باپ سے ہونے کے باوجود اپنے معنوی خصائص اور باطنی امتیازات کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز ہیں، مذہب و ملت کے اختلاف کے علاوہ ہر قوم کا تمدن، اس کی تہذیب، اس کا معاشرہ، اس کا طرز لباس، خورد و نوش کا طریقہ دوسری قوم سے جدا ہے اور ایک خدا کے ماننے کے باوجود ہر ایک کی عبادت کی صورت و شکل علیحدہ ہے، ایک مسلم اور موحد، مشرک اور بت پرست سے علیحدہ ہے، ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے۔

غرض یہی قوموں کی وہ خصوصیات و امتیازات ہیں اور یہی مخصوص شکلیں اور ہیئتیں ہیں جن سے ان کی مذہبی اور معاشرتی خصوصیات باقی ہیں، جب تک کسی قوم کے اندر اس کے تشخصات و امتیازات اور مذہبی و معاشرتی خصوصیات کی حفاظت باقی رہے گی وہ قوم بھی مستقل اور زندہ باقی رہے گی اور جب کسی قوم نے اپنی خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر دوسری قوم کی خصوصیات کو اختیار کیا، صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

تشبیہ بالاغیار کا مفہوم:......تشبیہ کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی حقیقت یا اپنی صورت و سیرت، اپنی ہیئت و وضع، مذہبی اور قومی امتیازات اور اپنی ہستی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اس کی صورت و سیرت، اس کی ہیئت و وضع اور اس کی مذہبی و تعلیمی امتیازات کو اختیار کرے اور دوسری قوم کے وجود میں ضم ہو جائے اور اپنے آپ کو اس میں فنا کر دے۔

اسلام نے مسلمانوں کو دوسری قوموں کے تشخصات اور امتیازات کو اختیار کرنے سے منع کیا ہے، یہ ممانعت معاذ اللہ کسی تعصب اور تنگ نظری کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غیرت و حمیت کی بنا پر ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ امت مسلمہ کو غیروں کے ساتھ التباس و اشتباہ کی تباہی سے محفوظ رکھا جائے کیونکہ جو قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کی حفاظت نہ کرے، وہ زندہ، آزاد اور مستقل قوم کہلانے کی مستحق نہیں، اس لئے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلم قوم دوسری قوموں سے

ظاہری طور پر ممتاز اور جدا ہو کر رہے، لباس میں بھی، وضع قطع میں بھی، ایک تو جسم میں ختنہ اور داڑھی کو مسلمان کی ضروری علامت قرار دی گئی ہے، دوسرے لباس کی علامت یعنی مسلمان اپنے اسلامی لباس کے ذریعے دوسری قوموں سے شناخت کیے جاسکیں۔

یاد رکھئے، غیروں کی مشابہت مسلمانوں کے لئے نہایت خطرناک ہے، بعض مشابہت ایسی ہیں جن کی وجہ سے آدمی اسلام سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور کفر کا اندیشہ ہو جاتا ہے اور کبھی حرام کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے، چنانچہ فقہائے کرام نے لکھا ہے: ''اعتقادات اور عبادات میں اغیار کی مشابہت کفر ہے اور مذہبی رسومات میں مشابہت اختیار کرنا، مثلاً زنار باندھنا یا پیشانی پر قشقہ لگانا یا سینے پر صلیب لٹکانا اور کھلم کھلا کفر کے شعائر کو اختیار کرنا دلی طور پر اس سے راضی ہونے کی علامت ہے، اس لئے یہ بلاشبہ حرام ہے اور اس میں کفر کا اندیشہ ہے۔ معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں مشابہت اختیار کرنا، مثلاً کسی قوم کا مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص ان ہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا فرد سمجھا جانے لگے جیسے سر پر عیسائی ٹوپی (ہیٹ) رکھنا، ہندوانہ دھوتی، جوگیانہ جوتی وغیرہ یہ سب مکروہ تحریمی اور ناجائز و ممنوع ہیں اور اگر فخر کی نیت سے استعمال کی جائیں تو اور بھی زیادہ گناہ ہے۔

اسی طرح انگریزی زبان، ان کے لب و لہجے اور طرز کلام کو اس لئے اختیار کیا جائے کہ ہم بھی انگریزوں کے مشابہ بن جائیں اور ان کے زمرے میں داخل ہو جائیں یا سنسکرت اس لئے سیکھی جائے کہ پنڈتوں کی مشابہت ہو اور وہ بھی ہمیں اپنے زمرے میں شمار کریں تو یہ مشابہت بھی ممنوع ہے، البتہ اگر ان لوگوں کی مشابہت مقصود نہ ہو، محض ضرورت کی بنا پر ان کی زبانیں سیکھیں جائیں تاکہ ان کے اغراض سے واقفیت اور آگاہی حاصل ہو اور ان کے خطوط پڑھ سکیں اور ان سے تجارتی اور دنیاوی امور میں خط و کتابت کرسکیں تو اس صورت میں غیروں کی زبان سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

غرض کسی بھی چیز کا استعمال غیروں کی مشابہت کی نیت سے اور دشمنان دین کی مشابہت کے ارادے سے کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں ان کی طرف رغبت اور میلان ہے، خداوند قدوس کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے دوست اور نام لیوا (یعنی مسلمان) اس کے دشمنوں (یعنی کافروں) کی مشابہت اختیار کرنے کی نیت و ارادے سے کوئی کام کریں۔

غیروں کی مشابہت کے نقصانات:......غیروں کی مشابہت اختیار کرنے میں بہت سے نقصانات ہیں، ہم نہایت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں:

(۱)......کفر اور اسلام میں ظاہری طور پر کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا اور حق مذہب یعنی اسلام دیگر مذاہب باطلہ کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا۔

(۲)......غیروں کا معاشرہ اور تمدن اور لباس اختیار کرنا درحقیقت ان کی سیادت اور برتری تسلیم کرنے کے مترادف ہے، نیز اپنی کم تری اور کہتری اور تابع ہونے کا اقرار و اعلان کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام اقوام پر برتری

عطا فرمائی ہے اور پوری دنیا کا حکمراں اور معلم بنایا ہے، حاکم اپنے محکوم کی تقلید کا حکم کیوں کر دے سکتا ہے۔

(۳)...... غیروں سے مشابہت اختیار کرنے سے ان کے ساتھ محبت پیدا ہوتی ہے، جب کہ اسلام میں غیروں سے دلی محبت صراحۃً ممنوع قرار دی گئی ہے۔

(۴)...... آہستہ آہستہ ایسا شخص اسلامی تمدن کا استہزا اور تمسخر کرنے لگتا ہے، ظاہر ہے کہ اسلامی تمدن کو اگر اہمیت دیتا اور اسے حقیر نہ سمجھتا تو غیروں کے تمدن کو اختیار ہی نہ کرتا۔

(۵)...... جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر اغیار کی وضع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی عزت باقی نہ رہے گی، ویسے بھی نقل اتارنے والا خوشامدی کہلاتا ہے۔

(۶)...... دعویٰ اسلام کا، مگر لباس، کھانا پینا، معاشرت، تمدن، زبان اور طرز زندگی یہ سب کام اسلام کے دشمنوں جیسا اختیار کرنے کا معاذ اللہ یہ مطلب نکلتا ہے کہ لاؤ ہم بھی غیر مسلم بنیں اگر چہ صورت ہی میں سہی۔

(۷)...... دوسری قوموں کا طرز زندگی اختیار کرنا اسلام سے اور اپنی مسلم قوم سے بے تعلقی کی دلیل ہے۔

(۸)...... غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت اور حمیت کے خلاف ہے۔

(۹)...... غیروں کی مشابہت اختیار کرنے والوں کے لئے اسلامی احکام جاری کرنے میں دشواریاں پیش آتی ہیں، مسلمان اس کی شکل وصورت دیکھ کر گمان کرتے ہیں کہ یہ کوئی یہودی یا عیسائی یا ہندو ہے، سلام جیسی پیاری دعا سے محروم رہتا ہے، دنیا میں اس کی گواہی بھی تسلیم نہیں کی جاتی، اگر کوئی لاش، کافر نما انسان کی مل جاتی ہے تو تردد ہوتا ہے کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے اور اس کو کس قبرستان میں دفن کیا جائے۔

(۱۰)...... جو لوگ غیروں کے معاشرے کو اپنا محبوب معاشرہ بناتے ہیں وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہتے ہیں، کیوں کہ عشق ومحبت کی بنیاد تذلیل پر ہے یعنی عاشق کو ہمیشہ اپنے معشوق کے سامنے ذلیل وخوار بن کر رہنا پڑتا ہے۔

اس قدر مفاسد کے ہوتے ہوئے اپنے دشمنوں کے معاشرے کو پسند کرنا اور اسے عزت وشوکت کی چیز سمجھنا، انبیائے کرام اور صلحا کی مشابہت سے انحراف کر کے اغیار کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کے معاشرے میں رنگ جانا، یقیناً ہماری ذلت ورسوائی، بے غیرتی اور انحطاط اور تنزلی کا سبب ہے، اس میں عزت ووقعت ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی اس سے دشمنان اسلام مسلمانوں سے خوش ہوں گے، تاوقتیکہ مسلمان ان ہی کے مذہب کے پیروکار نہ بن جائیں، قرآن نے صاف کہہ دیا ہے:

''اور یہود ونصاریٰ تم سے کبھی خوش نہ ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کی اتباع نہ کرنے لگو۔'' (البقرہ، آیت 120)

غیروں کی مشابہت کیوں ممنوع ہے؟...... اسلام ایک نور اور کامل ومکمل اور حق مذہب ہے اور تمام مذاہب کا ناسخ بن کر آیا ہے، وہ اپنے ماننے والوں کو کفر وشرک کی ظلمت اور تاریکی سے نکال کر نور کی طرف اور باطل سے ہٹا کر حق کی طرف اور ذلت

سے ہٹا کر عزت کی طرف دعوت دیتا ہے، وہ اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا ہے کہ ایسے مذاہب جو ناقص اور منسوخ ہو چکے ہیں ان کے پیروؤں کی مشابہت اختیار کی جائے، غیروں کی مشابہت اختیار کرنا اسلامی غیرت وحمیت کیخلاف ہے۔

اسلام جس طرح اپنے اعتقادات وعبادات میں مستقل ہے، کسی کا تابع دار اور مقلد نہیں، اسی طرح وہ اپنے معاشرے اور عادات میں بھی مستقل ہے، کسی دوسرے کا تابع ومقلد نہیں، اسلام کے نام لیوا حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت ہیں، ان کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اغیار کی ہیئت اختیار کریں جس سے دوسرے دیکھنے والوں کو اشتباہ پیدا ہو۔

غالباً کسی حکومت میں ایسا نہیں ہے کہ اس سلطنت کی فوج دشمنوں کی فوج کی وردی استعمال کرے، جو سپاہی ایسا کرے گا وہ باغی قرار دیا جائے گا اور دشمن کی جماعت اپنا کوئی امتیازی لباس یا نشان اختیار کرے تو حکومت اپنے وفاداروں کو ہرگز ہرگز اس باغی جماعت کا نشان اختیار کرنے کی اجازت نہ دے گی، کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک حکومت اپنی فوج کو دشمن کی شناخت اختیار کرنے کو جرم قرار دے کیوں کہ وہ اس حکومت کی دشمن ہے، مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ دشمنانِ خدا کی وضع قطع کو جرم قرار دیں، کیوں نہیں من تشبه بقوم فهو منهم جو خدا کے دشمنوں کی مشابہت اختیار کرے گا اور ان ہی کی وردی اور ان ہی کا طور طریقہ اور معاشرت اختیار کرے گا تو وہ بلاشبہ دشمنان خدا کی فوج میں سمجھا جائے گا۔

لہٰذا جس طرح اسلام کی حقیقت کفر کی حقیقت سے جدا ہے اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ اس کے پیروؤں کی شکل و صورت، لباس، طور طریقہ بھی اس کے دشمنوں سے جدا اور علیحدہ ہو، دنیا میں ظاہری صورت اور شکل ہی امتیاز کا ذریعہ ہے، خدانخواستہ شریعت میں اغیار کی مشابہت کی ممانعت کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ اسلامی غیرت وحمیت اور خود اختیاری کے تحفظ پر مبنی ہے کیوں کہ کوئی قوم اس وقت تک قوم نہیں کہلاسکتی جب تک اس کی خصوصیات اور امتیازات پائیدار اور مستقل نہ ہوں، مذہب اسلام اور مسلمانوں کو کفر والحاد اور زندقہ سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اسلامی خصوصیات اور امتیازات کو محفوظ رکھا جائے اور اغیار کے تشبہ سے انہیں بچایا جائے کیوں کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مشابہت کا مفہوم اپنی ہستی کو دوسرے میں فنا کر دینے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اے ایمان والو! کفر اختیار کرنے والوں کے مانند اور مشابہ نہ ہو۔" (آل عمران، آیت، 156)

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: "اے ایمان والو! ان لوگوں کے مانند نہ ہو جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچائی۔" (احزاب آیت 69)

ایک مقام پر ہے: "کیا مسلمانوں کے لئے وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور اس کے نازل کردہ حق کے سامنے ان کے دل جھک جائیں اور ان لوگوں کے مشابہ نہ بنیں جن کو پہلے کتاب دی گئی (یعنی یہود ونصاریٰ) جن پر زمانہ دراز گزرا، پس ان کے دل سخت ہوگئے اور بہت سے ان میں سے بدکار ہیں۔" (حدید، آیت 16)

اس آیت میں یہ اندیشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر یہود ونصاریٰ کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی گئی تو قلب بھی ان ہی کی طرح سخت ہو جائیں گے اور قبول حق کی صلاحیت بھی جاتی رہے گی۔

ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''اور ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جو ظالم ہیں مبادا تمہیں جہنم کی آگ پکڑے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں پھر تم کہیں مدد نہ پاؤ گے۔'' (ہود، آیت 113)

غیروں کا لباس اور ان کا شعار اختیار کرنا ان سے دلی محبت کی علامت ہے اور یہ ممنوع ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست مت بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (وہ تمہارے دوست نہیں) اور تم میں سے جو ان کو دوست بنائے گا وہ ان ہی میں سے ہو جائے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (مائدۃ، آیت 51)

قرآنی آیات کے علاوہ احادیث بھی بہ کثرت ایسی ملتی ہیں جن میں غیروں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے: ''مشرکوں کی مخالفت اختیار کرو۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:...... ''کفار میں سے کسی سے موافقت اختیار نہ کرو۔''

ایک اور حدیث میں ہے:...... ''عجمیوں کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو اور جو ہمارے اغیار سے مشابہت کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے فارس میں رہنے والے مسلمانوں کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں ایک جملہ یہ تھا:

''اے مسلمانو! اہل شرک اور اہل کفر کے لباس اور ہیئت سے اپنے کو دور رکھنا۔'' (بخاری شریف)

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں حضرت عمرؓ کا ایک فرمان اس طرح نقل کیا ہے:

''اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور جوتے پہنو اور اپنے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لباس (یعنی لنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو، مبادا تم وضع قطع میں عجمیوں کے مشابہ بن جاؤ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نبیرہ معد بن عدنان کی وضع قطع اختیار کرو اور موٹے اور کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو جو اہل تواضع کا لباس ہے۔'' (فتح الباری: ۱۰/۲۴۰)

کتاب الزواجر میں علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ نے مالک بن دینار سے ایک نبی کی وحی نقل فرمائی ہے:

''مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ انبیا سابقین میں سے ایک نبی کی طرف اللہ کی جانب سے یہ وحی آئی کہ آپ اپنی قوم سے کہہ دیں کہ میرے دشمنوں کے گھسنے کی جگہ میں نہ گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس پہنیں اور نہ میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں اور میرے دشمنوں جیسے کھانے نہ کھائیں ورنہ میرے دشمنوں کی طرح یہ بھی میرے دشمن ہو جائیں گے۔ (کتاب الزواجر: ۱/۱۱)

اسی مفہوم کے مثل قرآن کریم میں مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ زیادہ خلط ملط رکھنے کی ممانعت کے بعد یہ فرمایا، ﴿انکم اذاً مثلھم﴾ یعنی ایسا کروگے تو تم بھی ان ہی جیسے ہوجاؤ گے۔

نیز ارشاد فرمایا: ﴿من یتولھم منکم فانہ منھم﴾ جو غیر مسلموں سے دلی دوستی کرے گا وہ ان ہی میں شمار ہوگا۔

خلیفہ دوم سیدنا حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ بہت وسیع اور قیصر وکسریٰ کی حکومتوں کا تختہ الٹ گیا تو حضرت عمرؓ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی امتیازات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہ آجائے، اس لئے ایک طرف تو مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ غیر مسلموں کے تشبہ سے اجتناب کریں اور ان جیسی ہیئت، لباس، وضع قطع اختیار نہ کریں اور دوسری طرف غیر مسلموں کے لئے بھی ایک فرمان جاری فرمایا کہ کفار اپنی خصوصیات اور امتیازات میں نمایاں رہیں اور مسلمانوں کی وضع قطع اختیار نہ کریں تاکہ اپنے اور پرائے میں التباس نہ ہوسکے۔" (اقتضاء الصراط المستقیم: ۵۸)

☆......☆......☆

علامہ اقبالؒ ان لوگوں میں تھے، جن کو مشرق دیدہ اور مغرب رسیدہ کہا جاسکتا ہے، حکیم احمد شجاع نے اپنی کتاب "خون بہا" (۴۳۹/۱) میں اقبالؒ سے اپنی ایک دلچسپ گفتگو نقل کی ہے، جو ان لوگوں کے لئے یقیناً چشم کشا ہے، جو ان مدارس کے نظام کو فرسودہ اور (Out of date) تصور کرتے ہیں، حکیم صاحب کا بیان ہے:

"لاہور میں آکر میں نے پاکپتن شریف کے مسلمانوں کی نفسیاتی کیفیت اور اپنے ان احساسات کی روداد ڈاکٹر محمد اقبال کو سنائی، وہ پہلے تو حسب عادت میری بات غور سے سنتے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں میرے احساسات سے ہمدردی ہے، پھر آنکھیں بند کر کے سوچنے لگے، جب میں اپنی کہانی سنا چکا تو فرمایا: "جب میں تمہاری طرح جوان تھا تو میرے قلب کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی، میں بھی وہی کچھ سوچتا تھا جو تم چاہتے ہو، انقلاب، ایک ایسا انقلاب ہو جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب ومتمدن قوموں کے دوش بدوش کھڑا کردے۔"

پھر علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "ان مکتبوں اور مدرسوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمان کے بچوں کو انہیں مدرسوں میں پڑھنے دو۔ اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ اب جو کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے، تو بالکل اسی طرح جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمراء اور باب الاخوتین کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے اثر کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سال حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں" ملے گا۔